مقابلے کی فضا میں انکساری اور جرأت مندی

آجکل کے جدید پیشہ ورانہ ماحول میں عموماً ہر دم پُراعتماد اور دوسروں سے ممتاز نظر آنے کی تگ و دو کرتے رہنا ہی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ لہذا ایسے مقابلے کی فضا میں کامیابی کا انحصار نہ صرف سخت محنت پر ہے، بلکہ اس بات پر بھی ہے کہ کوئی شخص خود کو کتنے اعتماد کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ دو مینیجرز کی مثال لیجیے: جب ان کا باس ان سے کسی پروجیکٹ کی تکمیل کے بارے میں پوچھتا ہے، تو ایک جواب دیتا ہے، **"میں اپنی پوری کوشش کروں گا، لیکن میں اس میں کس حد تک کامیاب ہوں گا میں اس کی ضمانت نہیں دے سکتا۔"** اس کے برعکس دوسرا پورے اعتماد سے کہتا ہے، **"جی بالکل، میں یہ کام بخوبی کر سکتا ہوں——کوئی مسئلہ ہی نہیں۔"**

ستم ظریفی یہ ہے کہ عین ممکن ہے کہ پہلا مینیجر زیادہ محنتی اور باصلاحیت ہو، لیکن دوسرا شخص محض اپنے پُراعتماد اندازِ گفتگو کی وجہ سے زیادہ توجہ اور بھروسہ حاصل کر لے۔ تو پھر کون سا رویہ درست ہے: اپنی ذات کو ایک مکمل طور پر قابل بھروسہ اور پر اعتماد شخص کے طور پر ظاہر کیا جائے یا پھر اپنی کمزوری کا اعتراف کیا جائے؟ بے شک ان دو رویوں کے درمیان کشمکش انسان کے کردار کا ایک کٹھن امتحان ہے۔

پر اعتمادی کا دکھاوا کرنے میں مضمر خطرات

جب ہم خود کو اپنی حقیقی صلاحیت سے بڑھ کر پیش کرتے ہیں، تو ہم خود فریبی کے دام میں پھنس سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر نتائج توقعات کے مطابق نہ نکلیں، تو اپنی کوتاہیوں کو تسلیم کرنے کے بجائے ہم بیرونی عوامل کو موردِ الزام ٹھہرانے لگتے ہیں۔ یہ مدافعانہ رویہ نہ صرف ہمارے کردار پر سوال اٹھاتا ہے بلکہ ہمیں سیکھنے کے مواقع سے بھی محروم کر دیتا ہے۔

اصل میں یہ پر اعتمادی نہیں بلکہ اعتماد کا محض دکھاوا ہوتی ہے، جس کا مقصد محض ظاہری نمائش کے ذریعے بھروسہ حاصل کرنا ہے۔

تعلیماتِ نبوی ﷺ اور اعترافِ حقیقت

نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ اس سلسلے میں گہری رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس انسانی مجبوری کا اقرار فرمایا کہ جب لوگ اپنے مقدمات لے کر ان کے پاس آتے، تو آپ ﷺ کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ لوگوں کے مابین ان کے بیان کردہ حقائق کی روشنی میں ہی فیصلہ کریں۔

یعنی ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی چرب زبانی اور پُر اثر گفتگو سے غلط بیانی کر کے اپنے حق میں فیصلہ کروا لے، گو کہ اس سے وہ فیصلہ حقیقت میں جائز نہیں ہو جاتا۔[1]

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ظاہری طور پر اثر انگیز گفتگو سے انسانی فیصلے متاثر ہو سکتے ہیں، لیکن اللہ کے ہاں جوابدہی کا معیار صرف سچائی ہے۔

یہ نکتہ زندگی کے اصل امتحان کو واضح کرتا ہے: آیا ہم آسان نظر آنے والے سرابوں کا انتخاب کرتے ہیں یا اصول پسندانہ سچائی کا۔

انکساری بحیثیت ایک طرزِ فکر

انکساری کمزوری کی علامت نہیں ہے۔ یہ سچائی اور حقیقت پسندی پر مبنی ایک طرزِ فکر ہے۔ یہ ہماری کوششوں اور ان کی حدود، دونوں کو تسلیم کرتی ہے جو ہمارے اختیار سے باہر ہیں۔ ایک کسان فصل کی ضمانت نہیں دے سکتا، وہ صرف محنت سے بیج بو سکتا ہے؛ والدین بچوں کی ذہانت کی ضمانت نہیں دے سکتے، وہ صرف رہنمائی اور تربیت فراہم کر سکتے ہیں۔

اسی طرح، پیشہ ور افراد نتائج کی قطعی ضمانت نہیں دے سکتے——وہ صرف اپنی بہترین کوشش کا عہد کر سکتے ہیں۔ نتائج بالآخر اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جو ان عوامل کو کنٹرول کرتا ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہیں۔

جرأت مندی اور انکساری (ایک دوسرے کی تکمیل)

انکساری کے ساتھ جرأت مند ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ کہنے کے لیے بڑی بہادری چاہیے کہ **"میں اپنی پوری کوشش کروں گا، لیکن نتیجہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔"** ممکن ہے کہ یہ رویہ ہمیشہ لوگوں کو پسند نہ آئے؛ کچھ لوگ بلند بانگ دعوے سننا پسند کرتے ہیں۔ تاہم، جس طرح ہر قسم کی تجارت بالآخر اپنے گاہک ڈھونڈ ہی لیتی ہے، اسی طرح سچائی اور عاجزی کی قدر کرنے والے لوگ بھی مل جاتے ہیں — عموماً وہ جو دکھاوے کی بہادری کے بجائے قابلِ اعتماد ہونے کو فوقیت دیتے ہیں۔

اصل چیلنج یہ تسلیم کرنا ہے کہ یہ راستہ آزمائشیں اور قربانیاں مانگ سکتا ہے۔ تاہم، یہ آزمائشیں اس کے مطابق ہوتی ہیں جو اللہ ہمارے لیے چاہتا ہے اور یہ کبھی بھی ہماری ہمت (یا گنجائش) سے زیادہ نہیں ہوتیں۔

حقیقی اعتماد

حقیقی اعتماد ان بلند بانگ دعووں کا نام نہیں ہے جن کے بارے میں ہم خود بھی مشکوک ہوں؛ وہ تو محض ایک دھوکا ہے۔ سچا اعتماد اس حوصلے سے جنم لیتا ہے کہ ہم سچائی پر قائم رہیں — خواہ سچائی بظاہر ہمارے فوری مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ہی کیوں نہ بن رہی ہو۔ اس قسم کے اعتماد کی جڑیں دیانت داری، عزتِ نفس اور اللہ پر توکل میں ہوتی ہیں، نہ کہ مبالغہ آرائی یا کھوکھلے وعدوں میں۔

زندگی کے دوراہے

زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں ایک انتخاب کا سامنا ہوتا ہے: یا تو ہم صحیح راستے کا انتخاب کر کے اپنے ایمان کو پختہ کریں، یا وقتی طور پر فائدہ مند نظر آنے والی چیز کو چن کر فوری مفاد حاصل کر لیں۔ یہی لمحات زندگی کے اصل امتحانات ہیں۔ ہر فیصلہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہم کامیابی کا پیمانہ ظاہری نمائش اور قلیل مدتی نتائج کو مانتے ہیں، یا اپنے اصولوں کی پختگی اور طویل مدتی کردار کو۔

اصولی حقیقت پسندی

زندگی مسلسل یہ دوراہے پیش کرتی ہے: کیا ہم فوری داد سمیٹنے کے لیے خود کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں، یا اپنی حدود کا اعتراف کرتے ہوئے اور محنت کا عہد کرتے ہوئے اپنے اصولوں پر قائم رہیں؟ اس کا جواب ضمیر پر منحصر ہے۔ اگر ہم بعد میں ایمانداری سے یہ کہہ سکیں کہ **"مجھ سے غلطی ہوئی کیونکہ میں نے کچھ عوامل کو نظر انداز کر دیا تھا،"** تو ہم اپنی اخلاقی ساکھ برقرار رکھتے ہیں۔

عاجزی اور انکساری سچائی کو انا اور مقاصد سے بالاتر رکھتی ہے؛ اور جرأت اور ہمت اس سچائی کے مطابق جینے کی طاقت فراہم کرتی ہے۔ یہ دونوں مل کر اصول پسند زندگی کی بنیاد بنتے ہیں — وہ زندگی جو حقیقت پسندی کی قدر کرتی ہے، رضائے الٰہی کو تسلیم کرتی ہے اور مکمل کنٹرول کے وہم سے بچتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انکساری کا مطلب اپنی ذات کی بے وقعتی کرنا یا پھر عمل سے کترانا نہیں بلکہ اللہ اور بندوں کے سامنے سچائی کا اظہار ہے۔ اور جرأت کا مطلب تکبر نہیں بلکہ اس وقت بھی سچ پر قائم رہنے کی قوت ہے جب بظاہر مصلحتیں زیادہ دلکش نظر آ رہی ہوں۔ حقیقی اعتماد بلند آواز دعووں میں نہیں بلکہ خاموش سچائی میں پوشیدہ ہے۔ زندگی کا ہر دوراہا ہم سے یہی سوال کرتا ہے: کیا ہم اپنے کردار کی تعمیر کریں گے یا عارضی فائدے پر سمجھوتہ کر لیں گے؟

[1] بخاری، 2680، مسلم 1713